لَلہ عارفہ ــــ حیات اور شاعری

عبدالرحیم عامر
پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ کشمیریات، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

LALLAH ARIFA : LIFE AND POETRY

Abdur Rahim Aamar
PhD Scholor, Department of Kashmiryat
Oriental College, University of the Punjab, Lahore

Abstract

There may be a bit difference of opinion among researchers about the life history of Lallah Arifa. But her status as the first classic poetess of Kashmiri literature is non-controversial. Her spiritual poetry has no clue of her religion. So it can't be guessed from it whether she was Muslim or non- Muslim. However, it is apparent from her "Wakhs" (a genre of Kashmiri Poetry) that she was preacher of Shivisim which was prevalent in those times. Her sorrows and miseries of life are obvious from her poetry. Mostly, her approach in poetry is spiritual. Her style is marvelous. No doubt, in the light of available texts, she is rightly considered the first classic poetess of Kashmiri language.

Keywords:

کشمیر، برصغیر، لَلہ عارفہ، پنڈت کلہن، غلام نبی، سید علی ہمدانی، ڈاکٹر محمد یوسف بخاری

تاریخ عالم گواہ ہے کہ ازمنۂ قدیم سے، دنیا کے ہر خطے میں ادب کا آغاز شاعری سے ہوا۔ بعد ازاں دیگر اصناف ادب نے فروغ پایا۔ تاہم جب کشمیر کے شعر و ادب کا تذکرہ آتا ہے تو دستیاب متون میں تاریخ نویسی کو اوّلیت حاصل ہے۔ کشمیر سے تعلق رکھنے والے تاریخ دان پنڈت کلہن کو برصغیر کا پہلا تاریخ دان تسلیم کیا جاتا ہے۔ جب کہ شاعری کے متون اس کے کافی عرصہ بعد کے دستیاب ہیں۔ یہ امر بعید از قیاس ہے کہ کشمیری ادب کا آغاز براہ راست تاریخ نویسی سے ہوا۔ ہاں یہ امکانات ضرور ہیں کہ حوادثِ زمانہ سے قدیم شعری متون ضائع ہو گئے ہیں۔

تاریخ نویس اپنے زمانے اور سماج کی تاریخ احاطۂ تحریر میں لاتا ہے تو ادب بالخصوص شاعری کا بھی سماج سے گہرا تعلق ہے۔ سماج کی بنیاد فرد پر ہے۔ ایک فرد یقیناً اپنی زندگی میں شخصی و اجتماعی سطح پر دکھ، خوشی اور دیگر کیفیات و جذبات سے گزرتا ہے۔ ان کیفیات کا فطری پیرایہ اظہار شاعری ہی ہے۔ کشمیر کا خطہ ہمیشہ سے خوب صورتی، شادابی، رنگا رنگ چمن زاروں، گنگناتے آبشاروں، صاف و شفاف میٹھے پانی کی جھیلوں اور سر بفلک چوٹیوں کی وجہ سے پرکشش رہا ہے۔

زمانہ قدیم سے ہی جس وادی گل پوش پہ لوگ دل و جان سے فدا رہے ہوں اس کی آزادانہ حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے ہوں، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہاں کے لوگوں نے اپنی دلی کیفیات کا اظہار شخصی اور اجتماعی حوالے سے نہ کیا ہو؟ ان کیفیات کا اظہار شاعری کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ اگرچہ قدیم کشمیری شاعری کے مسودے دستیاب نہیں ہوئے مگر کچھ روایات سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچی ہیں انھی کی بنیاد پر کشمیری شاعری کی قدامت پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کشمیری شاعری کے ابتدائی آثار کے حوالے سے غلام نبی ناظر لکھتے ہیں:

> ''اس تمام تاریخ میں ہمیں کشمیری شاعری کے ایسے نشانات نہیں ملتے جو قابل ذکر ہیں۔ یہ ایک ناگفتہ بہ سانحہ ہے، کیوں کہ اتنے طویل دور میں شاعری کی تاریخ ساز آثار نہ ملنے سے ذہن اس شعری لطافت سے احساس محرومی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایک تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں ممکن نہیں کہ

اتنا لمبا عرصہ اس لطافت سے خالی گزرا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اس لطیف شعری احساس کے نشان زمانے کی دستبرد میں رائیگاں ہو گئے ہیں''۔(۱)

کشمیر کی تاریخ کا سراغ بھی ہمیں قدیم متون سے ملتا ہے۔ یہی وہ آئینہ ہے جس میں کشمیری قوم کی صدیوں پرانی تہذیب وثقافت، سیاسی وسماجی، معاشی ومعاشرتی اور روحانی فکر ونظر کی واضح تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ اس خطہ میں شاعری کے ابتدائی نقوش کے بارے میں ملنے والی معلومات ناکافی ہیں۔ دستیاب متون کی روشنی میں اس خطہ کی پہلی باقاعدہ شاعرہ للہ عارفہ کو گردانا جاتا ہے۔ اس سے قبل کے شاعروں میں شتی کنٹھ اور چند دوسرے شعرا کے ناموں کا تذکرہ بھی کہیں کہیں ملتا ہے۔ مگر ان میں سے کسی شاعر کا کلام دستیاب نہیں۔ للہ عارفہ پہلی شاعرہ ہیں جن کا کلام دستیاب ہو سکا ہے۔ اس حوالہ سے عبدالاحد آزاد رقم طراز ہیں:

''ہم اس کی توقع کر سکتے ہیں کہ اس دور میں مقامی شعراء نے کشمیری مذہبی نظمیں ضرور لکھی ہوں گی۔ لیکن یہ سرمایہ زیادہ تر ضائع ہو چکا ہے اور ہمیں صرف للہ عارفہ کا کلام ملتا ہے''(۲)

ریاست جموں وکشمیر کے قدیم دور اور کشمیری شاعری کے دوسرے دور (۱۳۳۵ء) کی ورق گردانی سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ جو شہرت عام اور بقائے دوام للہ عارفہ کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی اور شاعر کے حصے میں نہیں آئی۔ خطہ کشمیر کی یہ نابغہ روزگار شخصیت اپنے کلام میں اپنے عہد کی مذہبی وسماجی اور تمدنی وثقافتی زندگی کی ترجمانی کرنے کی بنا پر اس عہد سے قبل کے شعرائے کرام پر سبقت لے جاتی ہے۔ کشمیر کی اس عظیم شاعرہ کا اصلی نام پدماوتی تھا۔(۳) اس کے والدین پاندرتھن (سرینگر) کے رہنے والے تھے۔(۴) لیکن نامساعد حالات کی وجہ سے وہ ہجرت کر کے پانپور کے ایک گاؤں سم پور میں آباد ہو گئے۔(۵) یہ ہجرت ناقابل فہم نہیں، کیوں کہ اس وقت اس خطہ میں راجہ اودیان دیو (۱۳۱۲ء) کی چھبیس سالہ حکومت افراتفری کا شکار تھی۔(۶) جیالال کیرو کے مطابق اسی دور یعنی ۱۳۲۵ء(۷) میں للہ عارفہ کی پیدائش ہوئی۔ اگرچہ اس حوالے سے ناجی منور، شفیع شوق محمد یوسف ٹینگ،

محمد دین فوق، پریم ناتھ بزاز، جگ موہن اور جیالال گیرو کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔تاہم اس دور کی سیاسی وسماجی تاریخ کے مطالعے کی روشنی میں راجہ اودیان کے عہد حکومت میں ناسازگار حالات ثابت ہیں۔جن کے باعث للہ عارفہ کے والدین ہجرت پر مجبور ہوئے۔اس امر کے پیش نظر جیالال گیرو کی یہ تحقیق درست معلوم ہوتی ہے کہ اسی دور یعنی ۱۳۲۵ء میں للہ عارفہ کی پیدائش ہوئی۔

للہ عارفہ کے مذہب کے حوالے سے بھی اختلافی آرا پائی جاتی ہیں۔اس مشہور ومعروف شاعرہ کو ہندو، لل ایشوری اور لل دید کے نام سے پکارتے ہیں اور بعض کشمیری مسلمان اسے لل ماج جب کہ مسلمان صوفیا متصوفانہ خیالات کی بنا پر اسے للہ عارفہ کہتے ہیں۔ اس کے حوالے سے یہ روایت بھی ہے کہ وہ سید حسین سمنانی کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ اواخر جوانی (۴۸سال) میں اُن کے خاص مریدوں میں بھی شمار ہونے لگی۔اگر للہ عارفہ کے مسلمان ہونے کے دعوے سے اختلاف کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔کیوں کہ سید حسین سمنانی ایک باقاعدہ مسلمان صوفی تھے اور یہ بات پیش نظر رہے کہ صوفیا کی محفل میں بغیر کلمہ پڑھے کوئی بھی وحدت کا درس لے سکتا ہے۔محض وحدت کا درس لینا مسلمان ہونے کی علامت نہیں ہے۔مسلمان ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرنا اور اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ پر ایمان لانا یعنی کلمہ طیبہ پڑھنا لازم ہے۔اس حوالے سے للہ عارفہ کے متعلق کسی بھی محقق نے آج تک مدلل شہادت فراہم نہیں کی۔البتہ سبھی محققین للہ عارفہ کے واحدانیت پرست ہونے پر بلاشبہ متفق ہیں۔پریم ناتھ بزاز اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"Lala Ded is a confirmed monotheist,and unshakable believer in the one and only God.But God to her is not a despot living apart from man and arbitrarily wielding unlimited power as He is so frequently depicted by religious-minded people.To her He is the Universal Law, the All-Pervailing Force which is beneficial for all.Man is an inalienable part of this Universal Self and equal with God,the only difference being that God commands the senses while man,so long as he remains in ignorance and apart, wroks as a slave of the senses.In a state of slavery man prays

and seeks fulfilment of his desires from God,master of everything,little thinking that he never keeps watch over the numberless goods in gift of nature nor deprives any one from enjoying them. Man can secure anything he likes provided he qualifies himself for it by his own behaviour. (۸)

اگر ہم للہ عارفہ کے کلام کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہے کہ اُس نے اپنی شاعری میں واحدانیت کا تو کثرت سے اقرار کیا لیکن اپنے کسی بھی واکھ میں نبوت کا اقرار نہیں کیا ہے۔ گویا یہ واضح ہے کہ وہ واحدانیت پرست تھی تاہم محض واحدانیت پرست ہونے کی بنا پر اُسے مسلمان کہنا کسی طور بجانہ ہوگا۔ نیز قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ اس کا خاندانی شجرہ نسب ایک پنڈت خاندان سے ملتا ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے، عبدالاحد آزاد لکھتے ہیں:

> ''للہ عارفہ خاندانی لحاظ سے پنڈت لڑکی تھی ہندو اسے لل ایشوری کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کے عقائد شو دھرم سے مطابقت رکھتے ہیں۔''(۹)

للہ عارفہ کے عقائد اور کلام کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔ للہ عارفہ کی دیگر سوانحی تفصیلات سے بھی اس کے ہندو گھرانے سے ہونے کے شواہد ملتے ہیں۔ للہ عارفہ کی شادی اوائل عمری میں ہی ایک پنڈت گھرانے میں کر دی گئی تھی۔ اس حوالے سے پنڈت پریم ناتھ بزاز کا بیان ہے:

"Lalla belonged to a Brahman family who had their ancestral home at Puranadhishthan (modern Pandrethan) a village three miles distant from Srinagar but now incorporated with it. From the early of her childhood it became manifest that she was an intellectual prodigy but times were so out of joint that nobody took any particular notice of her uncommon talents which were allowed to remain undeveloped till she entered her teens.Worse still, the parents married her while quite young to a stupid Brahman boy of Pampore (۱۰)

للہ عارفہ کا ازدواجی تجربہ نہایت تلخ رہا۔سسرال والوں کی طرف سے ہونے والے مظالم نے اس کی روح پر جوانمٹ نقوش چھوڑے اُن کا اندازہ اُسی کے ان الفاظ "ہونڈ ماری تن گٹھہ للہ ِ ملہ وٹھ ژلہ نہ زاہ" سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔اس نے اپنی شاعری میں کئی جگہوں پر اپنے ان تلخ تجربوں اور سسرالی ناانصافیوں کا ذکر کیا ہے مثلاً اس ضمن میں ساس کی طرف سے بدچلنی کا الزام،خاوند کا چھڑی سے مارنا،پانی کا سر پر معلق رہنا اور لل تراگ جیسے واقعات قابل ذکر ہیں۔انھی حالات سے دل برداشتہ ہوکر اُس نے اپنے سسرال اور گھر کو تیاگ دیا اور درویشی لباس اوڑھ کر قریہ قریہ پھرنے لگی۔اسی دوران ایک دن اس کی ملاقات شاہ ہمدان (سید علی ہمدانی) سے ہوئی ان کے مابین افکار و نظریات کا تبادلہ خیال بھی ہوا۔للہ عارفہ اپنے حلیے، گفتگو اور نظریات کی بنا پر وہاں خاصی مشہور و معروف ہوچکی تھی۔اسی امر نے شاہ ہمدان کو للہ عارفہ سے مکالمے پر مائل کیا۔تاہم اس مکالمے یا مناظرے کے حوالے سے تاریخ کی اکثر مستند کتابیں نہ صرف خاموش ہیں بل کہ اس کے مسلمان ہوجانے کے حوالے سے سوال تشنۂ تحقیق رہ جاتا ہے۔شاہ ہمدان سے ملاقات سے قبل کا مناظرہ جو اس عظیم شاعرہ اور اس کے گُرو،سدھ مول (سدھ بایو) کے درمیان ہوا تھا۔اُس کا حوالہ گریرسن کی معروف کتاب A Literary History of India میں واضح طور پر موجود ہے۔ڈاکٹر یوسف بخاری نے بھی اس کا حوالے دیا ہے اس مناظرے کے مکالمے یوں درج کیے ہیں:

لل دید کا شوہر:

سرِ ویس ہیؤ نہ پرکاش مُسے　　　گنگر ہیؤ نہ تیرتھ کانہہ
بأیِس ہیؤ نہ باندو مُسے　　　زنہِ ہیؤ نہ سوکھ کانہہ(۱۱)

ترجمہ: روشنی جیسی ہے سورج میں کسی شے میں نہیں،جیسا تیرتھ رود گنگا ہے کوئی ویسا نہیں، بھائی سے بڑھ کر کسی کا رشتہ ہوسکتا نہیں،دیتی ہے سُکھ جیسا بیوی کوئی دے سکتا نہیں

سدھ مول:

اَچھن ہیؤ نہِ پرکاش مُسے　　　کُوٹھِس ہیؤ نہ تیرتھ کانہہ

چندٕس ہیُو نہٕ بانٛدو گُٹے　　کھٕنہٕ ہیُو نہٕ سوکھ کانہہ

ترجمہ: روشنی جیسی ہے آنکھ میں کسی شے میں نہیں،اور ٹانگوں کے برابر کوئی تیرتھ ہے نہیں، جیب اپنی تو سمجھ لے سب سے بڑھ کر رشتہ دار، دیتی ہے سُکھ جیسا چادر کوئی دے سکتا نہیں

لل دید:

مایہٕ ہیُو نہ پرکاش گُٹے　　لیہٕ ہیُو نہٕ تیرتھ کانہہ

دیٖکٕس ہیُو نہ بانٛدو گُٹے　　بٔیس ہیُو نہ سوکھ کانہہ(۱۲)

ترجمہ: روشنی جیسی ہے عرفان میں کسی شے میں نہیں، جذبہ عشق حقیقی سا کوئی تیرتھ نہیں، ذاتِ حق جیسا نہیں دُنیا میں کوئی رشتہ دار، سب سے بڑھ کر سُکھ کا باعث ہے فقط خوفِ خدا

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس مناظرے کے حوالے سے مکالمہ تو تاریخ کی کتب میں محفوظ ہے بعد کے واقعات جو گریرلین نے بیان کیے ہیں ان کے حوالے سے کشمیر کی تاریخ کی کتب خاموش ہیں۔ ان واقعات میں شاہ ہمدان کے ساتھ تبادلہ ٔ خیال، للہ عارفہ کا مسلمان ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ قرین قیاس یہی ہے کہ تاریخ کی کتب کے جن صفحات میں یہ واقعات رقم تھے وہ دست بردِ زمانہ کا شکار ہو گئے ہوں گے۔

للہ عارفہ کے مذہب کے حوالے سے اختلافی بیانات سے قطع نظر کرتے ہوئے اُن کے کلام میں صوفیانہ شوفلسفہ کی عکاسی کی نشاندہی ہمارا مقصود ہے جس کے بارے میں رچرڈ کارنک ٹیمپل لکھتا ہے:

> "Lalla was a Shaiva yougini of Kashmir; that is, she was a professed female follower and teacher of Shaiva Hinduism, as understood in that country in her time, the fourteenth century AD. Then specialised Shaiva system she learned was a mixture of revelation and philosophy, popularly known as the Trika (triple), because it is propounded a triple principle - Shiva, Shakti, anu; or Pati, pasha, pashu" .(۱۳)

اس رائے کی تائید میں ڈاکٹر محمد یوسف بخاری بھی یوں رقم طراز ہیں:

''للہ دید بلاشبہ ایک شِو یوگنی تھی ۔وہ شِو فلسفہ کی ترجمان یعنی 'ترِکا' فلسفہ کے رموز و نکات اور تنتر ک عمل سے بخوبی واقف تھیں ۔یہ ان کے کلام سے بالکل واضح ہے۔جس میں آپ بار بار پران ،اپان ،نادبند، کنڈمنی ، یوگ، کلاوں، برہمہ رندر، شکتی، تتو،اور پرم شِو اکل کا ذکر تی ہیں''۔(۱۴)

ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے یقیناً معتبر ہے ،قدیم دور ہی سے شوازم حقیقی معنوں میں خطہ کشمیر کا فلسفہ عبادت تھا۔اس سلسلے میں پنڈت کلہن کی 'راج ترنگنی' خاص طور پر ہماری راہنمائی کرتی ہے ۔اس شوازم کا اثر کسی اور خطہ پر ہوا یا نہیں مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے خطہ کشمیر کو خاص طور پر اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔شوازم کا آغاز اس خطہ میں آٹھویں صدی میں واسو گپت کے عہد سے ہوا تھا۔(۱۵) جب کہ للہ عارفہ کی پیدائش چودھویں صدی عیسوی میں ہوئی تھی ۔اس لیے قرین قیاس ہے کہ اس سے قبل کے شعراے کرام نے بھی کشمیری زبان میں ابتدائی شاعری میں شومت کے فلسفے کا ہی پرچار کیا ہوگا(۱۶) شومت خود کس سے متاثر تھا یا اس خطہ میں اس کی ابتدا کب ، کیسے اور کس نے کی یہ الگ موضوع بحث ہے۔

ڈاکٹر تریلوی ناتھ گنجو کا کتا بمہانے پرکاش سے قبل کی دوسری صدی عیسوی کی شاعری کا تذکرہ کشمیری ادب کی جڑوں کی تلاش کے حوالے سے ایک اہم پیش رفت ہے ۔(۱۷) کشمیر کا زبان وادب جیسے بھی پروان چڑھا ہو، یہ طے ہے کہ آٹھویں صدی کی دستیاب قدیم کتاب ، چھم چھری کے لسانی خدوخال بالخصوص صوتیاتی نقوش ہی نے مہانے پرکاش کو اساس فراہم کی ۔(۱۸) یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مہانے پرکاش کے علاوہ کئی قدیم کتابوں مثلاً ابھنو گپت،تنتر لوک،تنتر سارااور پراتر شکا جیسی تصانیف میں نہ صرف کشمیری اشعار ملتے ہیں بل کہ ان سے لسانیات کے ارتقائی مراحل کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

للہ عارفہ کے عہد میں کشمیر میں شوازم زوال کا شکار ہو رہا تھا اس کے مقابلے میں کئی اورادیان

اُبھر کے سامنے آرہے تھے جو اپنے عقائد کو بہترین پیرائے میں پیش کر رہے تھے بالخصوص شاعری میں ان مذہبی نظریات کا پرتو واضح تھا۔ چودھویں صدی عیسوی میں ایک پنڈت کے گھر میں جنم لینے والی یہ لڑکی للہ عارفہ جس نے حالات کی ستم ظریفیوں، اپنے احساسات وجذبات اور دکھوں کا اظہار کرنے کے لیے شاعری کا سہارا لیا۔ شاعری کے اعلیٰ مقام تک پہنچی۔ گردشِ ایام نے اُسے ایک ایسے چوراہے پر لاکھڑا کیا تھا کہ اُسے اپنے گھر بار کو بھی تیاگ دینا پڑا۔ تاہم بعد میں سدھ مول جیسے عظیم گرو کی راہنمائی میں وہ شوازم کی اُن تمام گہرائیوں سے جلد ہی فیض یاب ہوئی جن سے اُس کا گرو بھی واقف نہ تھا۔ للہ عارفہ اپنی شاعری میں شوازم کے نظریات کے پرچار کے سبب بھی اپنے عہد کی عظیم ترین شاعرہ مانی جانے لگی کیوں کہ اس کی شاعری میں لوگوں کو شوازم کی تعلیمات ایک نئے انداز میں ملنے لگیں تھیں۔

للہ عارفہ کی مذہبی حیثیت کیا ہے؟ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اس حوالے سے محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کئی ایک محققین نے اُسے مسلمان ہی قرار دیا ہے۔ تاریخی نقطۂ نظر سے جائزہ لیا جائے تو ۱۳۲۵ء میں رنچن شاہ نے مسلمان ہو سلطان صدرالدین کا نام پا کر اس خطہ میں اسلامی ثقافت کا باقاعدہ آغاز کیا اور پھر شاہ میری خاندان (۱۳۳۹ء) نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ دوسری طرف جیالال کیرو کی تحقیق کے حوالہ سے دیکھا جائے تو اسی عہد میں پیدا ہونے والی یہ خاتون شاعرہ للّہ عارفہ جسے مسلمان قرار دیا جاتا ہے، وہ اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی نظریات کو اپنے کلام میں بیان کرنے کی بجائے شوازم کی تعلیمات پر زور دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کا پورا کلام اس شومت کے زیرِ اثر نظر آتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس حوالے سے مزید تحقیقی کام کیا جائے۔ ذیل میں ریاست جموں کشمیر کی اس عظیم شاعرہ کے کلام میں سے چند ایک واکھ مع ترجمہ درج کیے جا رہے ہیں جن سے واضح ہے کہ اس کی شاعری شوازم کا پرچار ہے:

شِو چھے تھلہ تھلہ روزان موزان ہیوند تہ مسلمان
ٹُرک اے چھکھ تہ پان پر زناو سوے چھے صاحبس رائی زان (۱۹)

ترجمہ: شوہی شو ہے جابجا جلوہ طراز، کرنہ ہندو اور مسلمان میں کچھ بھی امتیاز، گر ہے تو ذی ہوش اپنی ذات کو پہچان لے، درحقیقت یہی اللہ کی پہچان ہے۔

شو شو کران بمپہ گتھ سورتھ　　　　روزتِھ و یومارٔ دہن کھو راتھ
لاگہِ روس ادوے یُس من کرٔتِھ　　　　تس نِھتھ پرٔن نُرٔہ گُرِہ ناتھ(۴۰)

ترجمہ: شوشو پکارتے ہوئے جو نفس کی چال کا دھیان رکھے رات دن کاروبار میں لگا رہے بے لوث ہو کر دوئی سے آزاد رکھے اسی پر دیوتاؤں کا دیوتا مہربان رہتا ہے۔

پرتھٕ پان یِمی سوم مون　　　　یِمی ہیوہ مون دہن کھوراتھ
یِمی سے من ادوے ساء پٔن　　　　تمی ء ڈیؤٹھے نُرٔہ گرٔہ ناتھ(۴۱)

ترجمہ: جس نے اپنے اور پرائے کو یکساں مانا۔ جس نے دن اور رات میں کوئی فرق نہ سمجھا۔ جس کا دل دوئی سے آزاد ہے۔ اسی نے فقط اسی نے دیوتاوں کے دیوتا کو پہچانا۔

واکھ کوں اکوں نا اتے　　　　ژھویہ مُدرٕ اتِھ نا پرویش
روزن شِو شکھت نا اتے　　　　موتے کینہہ تہ سُے ودپیدیش(۴۲)

ترجمہ: وہاں حرف زبان باقی رہتی ہے نہ من اور نہ تنوں کا عمل۔ وہاں شو شکتی تو بھی باقی نہیں رہتے ہیں جو کچھ باقی رہتا ہے وہی اُپدیش ہے۔

دٕچھِنس اوٗبرس زامُن زانہٕ ہا　　　　سمُدرس زانہٕ ہا کڈتھ اٹھ
مندِس روگیس وید یُت زانہٕ ہا　　　　موڈس زانٔم نہٕ پرنتھ کتھ(۴۳)

ترجمہ: آسان تھا بادلوں کا ہٹانا مرے لئے ممکن تھا میں نکالتی دریا سے سارا آب، بیمار خستہ حال کا کر سکتی میں علاج لیکن میں بیوقوف کو قائل نہ کر سکی

اُتھ مبا تراوٗن خربا　　　　لوکہٕ ہنز کونگہٕ وأر کھیٔی
متھِ کُس با داری تھربا　　　　پیتھ نفس کرتل پٔئی (۴۴)

ترجمہ: جان لے نہ تیرا من ہے یک بحر بیکراں، جس کی تہ میں آگ ہے شعلہ ہے اور طوفان ہے، آگ

ہے غیض وغضب کی شعلہ ہے دشنام کا، سوچ لے اور وزن کر اس کا، اگر انسان ہے

زانہ ہاٗ ناڑول منہء رٹتھ   ژٹتھ وٹتھ کٹتھ کلیش
زانہ ہاٗ اد استہ رسائن گٹتھ   شِو ژھے کرڈ تہ ژین وو پدیش(۲۵)

ترجمہ: مجھے معلوم جو ہوتا کہ کیوں کر من کے ذریعے سے، ان اپنی ناڑیوں پر آپ قابو پاسکوں گی میں، پھر ان کا کاٹ کر کیسے رکھوں کیوں کر سمیٹوں میں، تو میرے سارے دُکھ اور درد بے شک ختم ہو جاتے ہے، پاپا شو کا مشکل غور سے اپدیش یہ سن لے

شوچھے زاویل زال وہرائوتھ   کرزن منز ژھے ترتھ کتھ(۲۶)

ترجمہ: باریک جال کی طرح پھیلا ہوا ہے آپ، شو جو تمام قالبوں میں کر گیا نفوذ

مد پیوم سندی زلن ییتھ   رنگن لیلی کیم کیتہ
کیتی کھیم منش ماسکی نلی   سوئے بولل تہ کو وے کیا(۲۷)

ترجمہ: میں نے لاکھوں سوانگ رچائے بیسوں بدلے بھیس، سندھ جل کے روپ میں میں نے پی لی خوب شراب، انسانوں کا گوشت بھی کھایا میں کتنی بار، پھر بھی میں لل ہوں اب تک اور وہی آداب

اس رائے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کشمیری شاعری کی بانی للہ عارفہ ہے۔ اس بنا پر کشمیری اس عظیم خاتون شاعرہ کو لل ماج یعنی مادر بزرگ کہتے ہیں۔ اس کی شاعری کے حوالے سے ڈاکٹر محمد یوسف بخاری لکھتے ہیں:

"وہ شاعرانہ انداز بیان کے ساتھ ساتھ بامحاورہ اور عام فہم زبان میں ادا کرتی ہیں۔ زبان کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے بعض اشعار موجودہ بول چال میں بھی مروج ہیں۔ ان واکھوں کی زبان اور آج کی زبان میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ واکھ ہم تک سینہ بہ سینہ آئے ہیں اور ان کی زبان بدلتی رہتی ہے۔ البتہ الفاظ ایسے ہیں کہ انھوں نے

قافیہ و ردیف کی بندش کی بدولت لوگوں کے ذہن میں گھر کر لیا ہے اور آج تک برابر مستعمل ہیں۔ کلام میں استعاروں اور کنایوں کی جو ندرت اور تخیل میں وسعت پائی جاتی ہے وہ اُنھی کا حصہ ہے۔ انھی خصوصیات نے ان کی شاعری کو کشمیر کے ادب عالیہ میں ایک لافانی اور جاودانی مقام عطا کیا ہے۔" (۲۸)

مختصر یہ کہ للہ عارفہ کے کشمیری شاعری میں تقدم اور اولین حیثیت کو سبھی محققین تسلیم کرتے ہیں۔ نیز اس کی مذہبی حیثیت اور کلام و افکار کے حوالہ سے تجزیہ و تحلیل کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ شیومت کے افکار کی علمبردار تھی۔ اس عظیم شاعرہ کی وفات کشمیر کے مقام بج بہاڑہ میں ۷۷۴ھ (۲۹) کے لگ بھگ ہوئی مگر اس کی قبر کا کوئی بھی سراغ اب تک نہیں ملا، اس حوالے سے پنڈت پریم ناتھ بزاز لکھتے ہیں:

"At the time of her death a quarrel arose between Hindus and Muslims over the disposal of her mortal remains. While the Hindus wanted to cremate the dead body the Muslims insisted on burying it. How the issue was finally settled is conjectural. The Hindus assert that when the winding sheet was uncovered only a few flowers were seen to the pleasant surprise of the contestants, but the Muslims point out a old grave oustside Jama masjid at Bijbehara (Vijbror) as the resting place of Lalla Moj" (۳۰)

☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

(۱) غلام نبی ناظر، کتاب ۔سرینگر: کلفش پریس،۱۹۸۰ء،ص۵۰

(۲) عبدالاحد آزاد۔ کشمیری زبان وشاعری، جلد۲ ۔سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، ۱۹۸۳ء،ص۵۴

(۳) جی ایم ۔میر، کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ ۔آزاد کشمیر، میر پور: رضوان پبلشرز،۲۰۰۴ء،ص۹۱

(۴) ایضاً

(۵) ڈاکٹر صابر آفاقی، جلوہ کشمیر۔ لاہور: سنگ میل کیشنز،۱۹۸۸ء،ص۱۵

(۶) جی ایم ۔میر۔کشور کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ ۔آزاد کشمیر: رضوان پبلشرز،۲۰۰۴ء،ص۱۰۹ء

(۷) جیالال کیرو بلبل ویدا ایک فنکار کی نظر میں، سری نگر: گلشن پبلیشرز،۱۹۸۳ء،ص۱۲

(۸) Prem Nath Bazaz: Daughters Of The Vitasta. Srinagar: Gulshan Books,1959,p.126

(۹) عبدالاحد آزاد: کشمیری زبان و شاعری، جلد۲۔ سری نگر: جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز،۱۹۸۳ء،ص۵۴

(۱۰) Prem Nath Bazaz, Daughters Of The Vitasta - Sringar, Kashmir: Books, 1959,p.131

(۱۱) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری۔ کاشر شاعری، لاہور: یوسف ناشران، سن ندارد، لاہور،ص۵۷

(۱۲) ایضاً

(۱۳) Richard Carnac Temple, The Word of LALLA, Gringar: Gulshan Book. N.D, p, 115

(۱۴) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری۔ کاشر شاعری۔ لاہور: یوسف ناشران، ص۵۷

(۱۵) ایضاً

(۱۶) ''کاشر یک فکری پوت منظر'' مشمولہ انہار، سری نگر۔ خاص نمبر شمارہ۲،۱۸۹۷۹ء،ص۹

(۱۷) ''شومت تہ قدیم کاشر شاعری'' انہار، سرنگر۔جلد۳،شمارہ۲،۱۹۷۹ء،ص۲۳

(۱۸) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری۔ شوازم اور کلام للہ دید ۔لاہور: شعبہ کشمیریات، پنجاب یونی ورسٹی،۱۹۹۱ء،ص۲۷

(۱۹) ثمینہ قریشی ۔لل دیداور شیخ العالم کا تقابلی جائزہ ، تحقیقی مقالہ برائے ایم اے اردو مملوکہ شعبہ کشمیریات لائبریری، اورینٹل کالج ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور،ص ۸۵

(۲۰) ایضاً

(۲۱) شیراز،جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز ،سری نگر،جلد ۱۶،لل دید نمبر،شمارہ ۶،ص ۲۴۰

(۲۲) ایضاً،ص ۸۶

(۲۳) ایضاً،ص ۸۶

(۲۴) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری۔ شوازم اور کلام للہ دید، لاہور: شعبہ کشمیریات ، پنجاب یونی ورسٹی ،۱۹۹۱،ص ۴۷

(۲۵) ایضاً

(۲۶) شیراز،جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز ،سری نگر۔ جلد ۱۶،لل دید نمبر،شمارہ ۶،ص ۲۲۸

(۲۷) ایضاً

(۲۸) ڈاکٹر محمد یوسف بخاری۔ شوازم اور کلام للہ دید، لاہور: شعبہ کشمیریات ، پنجاب یونی ورسٹی،۱۹۹۱ء،ص ۴۲

(۲۹) ڈاکٹر صابر آفاقی ۔ جلوہ کشمیر لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز،۱۹۸۸ء،ص ۱۶

(۳۰) Prem Nath Bazaz, Daughters Of The Vitasta, Sringar Kashmir, Gulshan Books, 1959,p.129,30

❁❁❁